

فوزیہ احسان رانا

ناعمہ آج بے تحاشا خوش تھی۔ اتنی زیادہ کہ خوشی اس سے سنبھالے نہیں جا رہی تھی۔ اس کا دل طمانیت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بیوہ غریب عورت جس نے بیس سال تنہا اپنے بیٹے کو پالا پڑھایا لکھایا آج وہ گرمجوش ہو گیا تھا اور اب اس کا خوش ہونا بنتا تھا۔

”اب میرا بیٹا جوان ہو گیا ہے پڑھ لکھ گیا ہے۔“ وہ زین کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے نظروں سے بلائیں لے رہی تھی۔ آج وہ خود کو تو اتنا محسوس کر رہی تھی۔ اس کے کمزور وجود میں طاقت دنا آئی تھی۔

”بہت لمبا سفر کیا ہے میں نے بیٹا تجھے جوان کرنے میں۔“ ناعمہ زین کو دیکھتے کہہ رہی تھی۔

وہاں تیری بھی نوکری لگوا دے۔ بڑی افسر ہے وہاں مہوش بی بی۔“ ناعمہ رازداری سے زین کے کان کے پاس جھکی کہہ رہی تھیں جبکہ زین نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ ایک حوصلہ دلاتی مسکراہٹ بھی نہیں۔

ناعمہ کچھ دیر زین کی طرف دیکھتی رہیں کہ شاید وہ خوشی کا اظہار کرے مگر زین ایک جامد چپ لبوں پر چپکائے ساکت نظروں سے ماں کو دیکھتا رہا۔ ناعمہ ناہمی سے اس کے تیور دیکھتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کو زین کے رویے کی سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ یک لخت نوکری کا سن کر خاموش کیوں ہو گیا تھا جبکہ اسے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔

”میں سب سے پہلے بڑے گھر جاؤں گی، ان کو مبارک باد دوں گی۔ اصل مبارک باد کے تحقق تو وہی ہیں ناں، جنہوں نے ہم بے سہارا کے سر پر ہاتھ رکھا مالی آسرا دیا۔“ ناعمہ جلدی سے کمرے میں گئی وہاں سے وہ ایک کلو مٹھائی والا ڈبا اٹھالائی، جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی زین اپنے پاس ہونے کی خوشی میں گھر لے کر آیا تھا۔

”بڑی بی بی سے تیری نوکری کی بات بھی کروں گی کہ وہ چھوٹی بی بی سے کہے کہ جس فرم میں وہ خود کام کرتی ہے“

☆.....☆.....☆

ناعمہ جس وقت بڑے گھر پہنچی، عصر کا وقت تھا۔
پرندے چہچہارے تھے۔ ناعمہ سرخ اینٹوں کی روش پر
بہت عجلت میں چل رہی تھیں۔ اس کو بخوبی علم تھا کہ اس
وقت بڑی بی بی کہاں ہوں گی۔ جامن کے پیڑ پر بیٹھی،
سنہری پروں والی چڑیا اپنی جگہ سے پھدکتے ہوئے
چہچہا رہی تھی۔ سامنے ہی سفید کور بجھے تخت پر بڑی بی بی
بیٹھی تھیں۔ سفید دوپٹے میں ان کا پر نور چہرہ چمک رہا تھا۔

”اور بیٹا خدا سے بھرم قائم رہنے کی دعا مانگتی ہوں۔“

”بھرم..... کس چیز کا بھرم؟“ ناعمہ نے پوچھا۔

”سفید پوشی کا بھرم، عزت نفس کا بھرم، میری زبان پر جو خدا کی مخلوق اعتبار کرتی ہے، نا اُس اعتبار کے قائم رہنے کا

بھرم۔“ بڑی بی بی دھیمے انداز میں بولی تھیں۔ ناعمہ نے

تاسف سے انہیں دیکھا اور بے ڈھنگے پن سے ہنس دی۔

بڑی بی بی نے ناعمہ کو حیرت سے دیکھا۔

”آپ لوگ تو اتنے امیر ہیں، پھر سفید پوشی کا بھرم

رکھنے کی دعا کیوں؟“ وہ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑی۔

بڑی بی بی نے ناعمہ کی اس احمقانہ حرکت کو دیکھا۔

”کون کتنا پیسے والا ہوتا ہے یہ صرف خدا کا رکھا ہوا بھرم

ہی ہوتا ہے اور اسی بھرم کے تاحیات قائم رہنے کی دعا کرنی

چاہیے۔ دعائیں تو تقدیر کو بھی پلٹ دیا کرتی ہیں بیٹا۔“

ناعمہ ان کی بات سنی اُن سنی کر کے مٹھائی کا ڈبائان کی طرف

بڑھاتے ہوئے بولی۔

”زین پاس ہو گیا بڑی بی بی۔ میں نے بہت محنت کی

ناعمہ کے قدموں کی رفتار دھیمی پڑ گئی کیونکہ بڑی بی بی نماز کی حالت میں تھیں۔ ناعمہ خاموشی سے تخت کے ایک کونے میں ٹک گئیں اور بے چینی سے بڑی بی بی کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

بڑی بی بی سلام پھیرنے کے بعد ناعمہ کو دیکھ رہی

تھیں۔ ناعمہ نے سلام کیا تو بڑی بی بی نے سر کی ہلکی سی

جنبش سے جواب دیا اور پھر دعا مانگنے میں مشغول

ہو گئیں۔ ناعمہ اضطرابی انداز میں پہلو بدل کر رہ گئیں۔ وہ

اچھی طرح سے جانتی تھیں کہ بڑی بی بی طویل دعا مانگنے کی

عادی ہیں اور ناعمہ آج بے صبری ہو رہی تھیں۔ کافی دیر

گزری بڑی بی بی اب فارغ تھیں۔

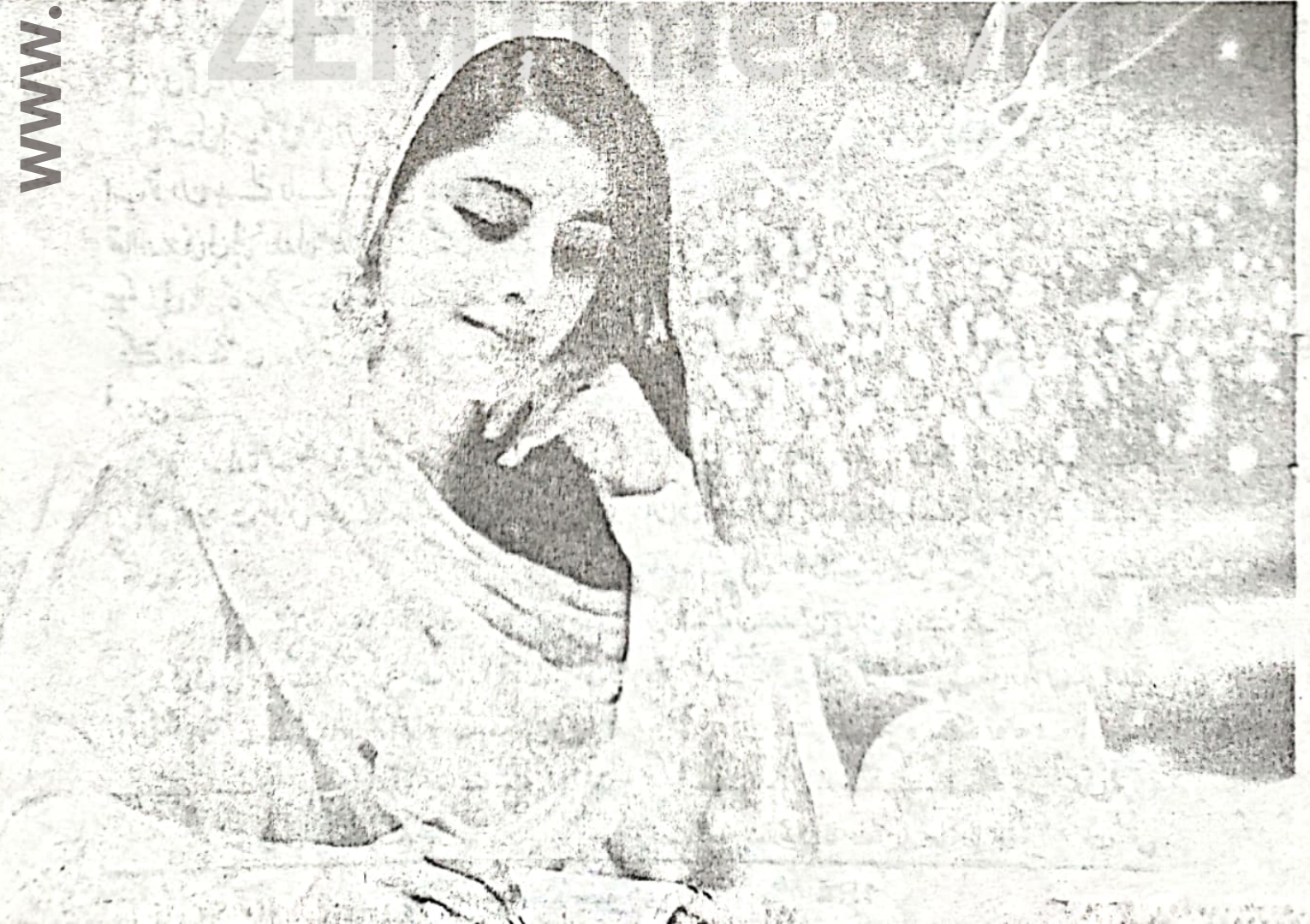
”بڑی بی بی آپ خدا سے کیا مانگتی رہتی ہیں؟“ ناعمہ

یہ سوال پہلے بھی کئی بار پوچھ چکی تھی۔

”خدا کا شکر ادا کرتی ہوں بیٹا اتنی نعمتیں اور آسائشیں

اس پاک ذات نے ہمیں دے رکھی ہیں تو شکر کا کلمہ پڑھنا

تو ہم پر واجب ہے نا۔“ قدرے توقف کے بعد بولیں۔



”میری ماہانہ انکم ساٹھ ہزار ہے۔ میں پاگل ہوں جو ساٹھ ہزار چھوڑ کر بیس لیتا پھروں۔“ زین کرحلی سے بولا۔ مہوش نے نا سمجھنے والے انداز میں زین کو دیکھا۔ ”یہ زین کس انکم کی بات کر رہا ہے؟“

”بڑے بڑے گھروں سے ہمیں جو رقم ملتی ہے نامیم وہ ساٹھ ہزار ہے وہ میری ماہانہ انکم ہے۔ جس دن میں نوکری پر لگ گیا میری وہ انکم بند ہو جائے گی۔ میں ایم اے کروں گا پھر ڈبل ایم اے۔ بڑھتا رہوں گا تا کہ میری ماہانہ انکم نہڑے۔ میں یہ کھائے گی نوکری نہیں کر سکتا۔“ وہ تنفن کرتا آفس سے نکل گیا اور مہوش کے دل سے بھی وہ آنکھوں میں آنسو لیے اس کے پیچھے دیکھنے لگی۔

مہوش کے کانوں میں زین کے الفاظ گونج رہے تھے۔ پھر ایک میٹھی سریلی آواز مہوش کی سماعتوں سے ٹکرائی تو بہت سی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔

”بیٹا زین کی ماں نے اسے پالا ضرور ہے مگر محنت کر کے نہیں بلکہ مانگ مانگ کر۔ جو ماں خود ہڈ حرام ہو سکتی ہے جس کے لبوں پر خدا تک کے لیے شکر کا لفظ نہیں ہوتا اس کا بیٹا بھی تو حرام خور ہی ہوگا نا۔ دوسروں کا دیا کھانے والا عزت خودی اُنا اور وقار سے عاری ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے بھی معذور ہوگا۔“

دادی کی کہی بات اسے یاد آئی تو آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی سچ ہی تو کہا تھا انہوں نے اگر انسان کی عزت نفس مرجائے تو پھر اس کو کسی بات میں شرم محسوس نہیں ہوتی۔



مجروح ہونے کی بجائے مر گئی۔

خود دار لوگ محنت کر کے کھاتے ہیں ہاتھ پھیلا نا پسند نہیں کرتے۔ ناعمہ چاہتی تو محنت کر سکتی تھی، لوگوں کے گھروں میں کام کر سکتی تھی، محنت مزدوری کر کے اپنی عزت نفس کو پامال ہونے سے بچا سکتی تھی مگر جن دلوں پر بے حسی کی مہریں لگ جائیں وہ انسانوں کا تو کیا خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتے۔

جب ناعمہ کے اپنے اندر خودداری نہیں تھی تو وہ اپنے بیٹے کے سر اٹھا کر فخر سے جینے کا درس کیسے دے سکتی تھی۔ مانگے کے نوالے کھانا زین کی فطرت میں بھی شامل ہو گیا تھا۔



وقت گزرتا چلا گیا۔ بچے جوان ہو گئے۔ بڑی بی بی ریٹائرڈ ہو گئیں۔ مہوش نے تعلیم مکمل کر کے ایک مقامی فرم میں نوکری کر لی۔ اس کی تربیت بڑی بی بی کے زیر سایہ ہوئی تھی۔ مہوش ذہین اور محنتی لڑکی تھی بہت جلد اس نے اپنی قابلیت محنت اور لگن سے فرم میں ایم ڈی کی پوسٹ حاصل کر لی۔ مہوش بہت حساس اور ردِ دل رکھنے والی لڑکی تھی۔ بڑی بی بی نے مہوش کو عزت سے جینا سکھایا تھا۔ ہر طرح کے حالات میں صبر و شکر اور مفاہمت اس کی کٹھنی میں شامل تھی۔

زین آج مہوش کے آفس آیا تھا۔ مہوش نے فرم کا وزٹ زین کو کروایا اور پھر اسے اپنے آفس لے آئی۔ مہوش نے چائے منوالی ساتھ بسکٹ اور نمکو بھی۔ آج وہ بہت خوش تھی کہ ناعمہ کا بیٹا کام کرے گا۔ اسے زین پسند بھی تھا نہ جانے کب وہ اس کے دل میں چپکے سے آسا تھا۔

”کتنی تنخواہ ہوگی میم؟“ زین دانت سے بسکٹ کترتے ہوئے بولا۔

”شروع میں بیس ہزار ہوگی مگر تمہاری محنت کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھادی جائے گی۔“ مہوش چائے کے سپ لیتے ہوئے بولی۔ زین کا رنگ اڑ گیا وہ اٹھ کھڑا